لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

"تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عداوت رکھنے والے تم قوم یہود کو پاؤ گے اور ان لوگوں کو بھی جو شرک کا ارتکاب کرتے ہیں"
المائدۃ:82



شیعیت

اور یہودیت کے مشترکہ عقائد

ڈاکٹر ابو عدنان سہیل

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا

’’تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عداوت رکھنے والے تم قوم یہود کو پاؤ گے اور ان لوگوں کو بھی جو شرک کا ارتکاب کرتے ہیں‘‘۔(المائدۃ:82)

شیعیت

اور یہودیت کے مشترکہ عقائد

(تالیف)

ڈاکٹر ابو عدنان سہیل

(بہٹیری، ضلع: بریلی یوپی۔ انڈیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ

پیش نظر کتاب ہم نے "یہودیت" اور "شیعیت" کا باہمی موازنہ کرتے ہوئے، ثانی الذکر کو یہودیت کا چربہ اور اس کی ایک نقاب بتایاہے۔اور بطور ثبوت دلائل قرآن مجید کی کچھ آیتیں بھی پیش کی ہیں۔اس سلسلے میں ہم یہ وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ "اہل تشیع" کو "یہود" کی ایک شاخ ماننے اور انہیں ایک ہی سکے کے دورخ تسلیم کرنے میں ناچیز مولف منفرد نہیں بلکہ صدیوں قبل اندلس کے مشہور عالم دین "ابن عبدربہ" اپنی کتاب "العقد الفرید" میں اس حقیقت کی تصدیق کر چکے ہیں،انہوں نے بھی یہودیوں اور شیعوں کے درمیان عقائد کی مماثلت اور مشابہت کی نشان دہی کی تھی،موجودہ دور میں بھی ایک محقق اور عالم دین ڈاکٹر محمد یوسف نگرامی نے اپنی کتاب "الشیعۃ فی المیزان" میں یہود وروافض کے درمیان جو فکری مشابہت بیان کی ہے اس کا خلاصہ ہم سطور ذیل میں پیش کررہے ہیں:

(۱) یہودی اپنے آپ کو اللہ کی پسندیدہ قوم تصور کرتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ یہودیوں کے علاوہ تمام انسان "گوئم" (Goium)یعنی حیوان ہیں جو یہودیوں کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں،اور ان کے مال ودولت کی لوٹ مار جائز ہے۔

اہل تشیع بھی بالکل یہی دعویٰ کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ان کا تعلق اہل بیت سے ہے اس لئے ہم سب سے افضل اور اللہ کے محبوب بندے ہے،وہ بھی اپنے علاوہ تمام انسانوں کو" ناصبی" کہتے ہیں یعنی ان کے عقیدے کے دشمن !جن کے مال ودولت کو لوٹنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ثواب کارہے۔

(۲)یہود نسلی برتری وتعصب کے علم بردار ہیں وہ عربوں کو بلکہ تمام مسلمانوں کو ذلت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

شیعوں کا بھی عربوں کے بارے میں یہی نظریہ اور خیال ہے۔جدید ایران کے ایک مصنف "مہدی بازرگان"اسی رافضی نظریہ کی یوں وضاحت کرتا ہے:

''عربوں کی طبیعت میں سختی اور خشونت ہے۔ان کا مزاج جارحانہ اور سوچ بڑی پست ہے''

(الحد الفاصل بین الدین والسیاسہ، مہدی بازرگان ص:68)

(۳) جہاں کہیں بھی یہودیوں نے آبادی اختیار کی وہیں کچھ عرصے کے بعد ان کے خلاف یہ بات سننے میں آئی کہ وہ قوم کے اندر ایک قوم ہیں، انہوں نے اپنی اس انفرادیت (جس کا خمیر نسلی برتری ہے) کو قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ اپنی علیحدہ نو آبادیاں بنائیں ان آبادیوں یا محلوں کو ''گیٹو''(Geto) کہا جاتا تھا، یورپ کے صنعتی انقلاب نے جو ان یہودیوں کا ہی لایا ہوا تھا ''گیٹوں کی دیواروں کو ڈھادیا تھا''لیکن یہودی اپنے سماج اور معاشرے میں گھل مل نہ سکے۔ان کی نظریں ہمیشہ اپنی ارض موعود کی جانب اٹھتی رہیں اور قیام اسرائیل کے بعد ساری دنیا کے یہودی ''تل ابیب'' کے حکام کے تابع ہو گئے۔

ٹھیک یہی حالت ''اہل تشیع'' کی بھی ہے۔یہ جہاں بھی رہتے ہیں وہاں یہودیوں کی طرح ''گیٹو'' بناتے ہیں، برصغیر کے ہر شہر اور قصبہ میں جہاں شیعوں کی آبادی ہے آپ کو شیعوں کے ''گیٹو''ضرور نظر آئیں گے لکھنؤ کا محلہ ''قلعہ عالیہ''اس کی واضح مثال ہے ۔یہودیوں کی طرح رافضیوں یعنی اہل تشیع کی وفاداری بھی صرف ایران کے ساتھ ہوتی ہے۔یہ لوگ جہاں اور جس ملک میں رہتے ہیں، اس ملک اور اس کے عوام کے لیے دردسر بن جاتے ہیں کیونکہ تخریبی سرگرمیاں ان کے دین کا ایک حصہ ہیں۔اس سلسلے میں ابو جعفر کلینی کی ایک شر انگیز عبارت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، کلینی نے لکھاہے:

''ابو بکر سے لے کر آج تک تمام سنی حکمران غاصب وظالم ہیں، کیونکہ حکمرانی کا حق صرف شیعہ اماموں یا ان کی امامت کو ماننے والے شیعوں کو ہے اور شیعوں کا فرض ہے کہ تمام سنی حکومتوں کو تباہ کرنے میں لگے رہیں، کیونکہ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور سنی حکومت میں اطمینان سے رہے تو چاہے یہ شیعہ کتنے ہی عبادت گذار کیوں نہ ہوں عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے'' ۔(اصول کافی ص: 206)

(۴) یہودیوں نے اپنے اقتدار وتسلط کے لئے تاریک کے ہر دور میں جنس(Sex) کا سہارا لیا انہوں نے علم وادب کے نام پر دنیا میں ایسی فحاشی اور بے حیائی پھیلائی کہ مشرق ومغرب کے معاشروں کی اخلاقی قدریں تار تار ہو گئیں ،جرمنی کا یہودی ''فرائڈ''یہودیوں کی اس اباحی تحریک کا علمبردار تھا، اس نے ہر چیز کو جنس کی عینک لگا کر دیکھا اباحیت کی اس تحریک کو ''فرانس کے تگڈم''سارٹر، سیمون ری بوار اور ''ایسر کامی'' نے جلا بخشی ،فحاشی کی اس یہودی تحریک نے ''ہنری ملر''البرٹ موراوبا جیسے فحش نگاروں کو جنم دیا اور اسی فلسفہ یہودیت نے سارٹر کو سیمون کے ساتھ چالیس سال تک ناجائز تعلقات قائم کرنے پر فخر کرنے کی ہمت

دلائی، اور اباحیت کے اسی یہودی فلسفے نے یورپ کی حالیہ جنسی بے راہ روی اور اجتماعی زناکاری کی راہ ہموار کی جس نے انسان وحیوان کے فرق کو مٹادیا۔

شیعوں نے بھی انسانی معاشرے کو کھوکھلا کرنے کے لیے زناوبدکاری پر "متعہ" کا نقاب ڈال کر اس کو اعلیٰ ترین عبادت کا درجہ دے دیا اور کلینی سے خمینی تک تمام رافضی اہل قلم اس بات پر متفق ہیں کہ جو متعہ سے محروم رہا وہ جنت سے بھی محروم رہے گا اور قیامت کے دن نکٹا اٹھے گا اور اس کا شمار اللہ کے دشمنوں میں ہو گا۔ شیعہ علماء و مجتہدین میں عالی تو اجتماعی بدکاری پر زور دے ہی چکے تھے ، لیکن عصر حاضر کے کلینی یعنی "آیت اللہ خمینی" نے بدکار اور فاحشہ عورتوں کے ساتھ زنا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (تحریر الوسیلۃ ، آیت اللہ خمینی۔ ج2ص390)

یہودیوں کی طرح شیعوں نے بھی شہوت رانی کا پورا سامان مہیا کر دیا ہے تاکہ ہر قوم وملت کا نوجوان طبقہ ان کی چال میں پھنس کر ان کے ناپاک ارادوں اور عزائم کی تکمیل کرنے میں مددگار ہو۔

(۵) یہودیوں کے "پروٹوکولز" نے اقتدار اور اس کی بقا واستحکام کے لیے ذرائع ابلاغ پر کنٹرول و گرفت کو ضروری قرار دیا۔ آپ تاریخ کے کسی بھی دور کو دیکھیں ہمیشہ یہودی ذرائع وابلاغ پر چھائے نظر آئیں گے ، یورپ کے صنعتی انقلاب کے بعد یہودی یورپ وامریکہ کے ذرائع ابلاغ پر کس طرح قابض ہوئے وہ ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

اہل تشیع بھی یہودیوں کی طرح ہمیشہ ذرائع وابلاغ کو پنجوں میں جکڑے رہے ، خلافت اسلامیہ کے مختلف ادوار میں شیعہ حضرات ذرائع وابلاغ اور علم وادب پر قابض رہے ، مثال کے طور پر اورنگ زیب عالم گیر کے دربار کا سب سے کامیاب نثر نگار اور شاعر نعمت اللہ خان نامی ایک رافضی تھا، علامہ شبلی نعمانی کے بیان کے مطابق اس زمانے کے ممتاز شعراء وادباء کا مذہب رافضیت تھا اور عہد عالم گیری کا مورخ بذات خود بڑا متعصب شیعہ تھا۔ اردو ادب کی ابتدا اور ترقی میں بھی شیعہ اہل قلم کا بڑا ہاتھ تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہماری علمی اور ادبی زندگی میں شیعہ حضرات کا حصہ ان کے تناسب تعداد سے کہیں زیادہ ہے ، غالب سے لے کر پروفیسر احتشام حسین تک ممتاز شعراء وادباء اکثر وبیشتر شیعہ ہی ملیں گے ، رافضیوں کی ہماری ادبی و شعری زندگی پر حکمرانی نے اُردو شاعری میں

کربلائی ادب کو جنم دیا جس کے آج کے علمبردار جانثار اختر اور افتخار عارف جیسے دین سے بے بہرہ لوگ ہیں، رافضیت کی ہمارے شعر وادب پر یلغار اتنی سخت تھی کہ مولانا محمد علی جوہر جیسے مردمومن رافضیت کے رنگ میں یہ شعر کہہ گئے:

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے   اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

(الشیعہ فی المیزان(اردو ترجمہ) ڈاکٹر محمد یوسف نگرامی ص38،30،(دہلی 1979)

آخر میں استدعا ہے کہ قارئین کرام اس کتاب کے مطالعہ کے دوران جہاں کوئی خامی اور کوتاہی محسوس فرمائیں، اس کی اصلاح اور نشان دہی فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح اور تدارک کیا جاسکے، مجھے اپنی کم علمی اور بے مائیگی کا اعتراف ہے اور اس بات کا احساس بھی کہ "روایات شکنی" کی میری یہ کوشش لازمی طور پر کچھ حلقوں کو گراں گزرے گی۔ تاہم اس ضمن میں مثبت اور تعمیری تنقید کا میں کھلے دل سے خیر مقدم کروں گا۔

وماتوفیقی الا باللہ

(ڈاکٹر ابوعدنان سہیل)

بہٹیری، ضلع: بریلی یوپی (انڈیا)



اسلام کے شدید ترین دشمن کون ہیں

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مبارک عہد کے بعد سے آج تک ہر دور میں مسلسل اسلام کے خلاف سازشیں کی جاتی رہی ہیں، ہر زمانے میں اس کو مٹانے اور جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے مختلف جتن کئے گئے، اسلام کے خلاف محاذ آرائی بیرونی طور پر جنگ وجدال اور صلیبی معرکوں کے ذریعہ جس شدومد سے کی گئی اس سے زیادہ کہیں زیادہ زور وقوت کے اندرونی طور پر اسلام کی دیواریں کھوکھلی کرنے اور انہیں منہدم کرنے کی سعی نامشکور ہر دور میں ہوتی رہی ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ میدان حرب وضرب میں اسلام کے خلاف دشمنوں کو خاطر خواہ کامیابی نہیں مل سکی، جس کی انہیں توقع تھی، البتہ اندرونی محاذ پر اُن کی تخریبی سازشیں پوری طرح کامیاب رہی ہیں جس کے نتیجہ میں ملت اسلامیہ آج پارہ پارہ نظر آتی ہے۔ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے والے کون لوگ ہیں اور انہوں نے کن ہتھیاروں سے اسلام کے قلعہ میں شگاف ڈالنے کی کوشش کی ہے؟ اس کا جواب کافی تفصیل طلب ہے، اسلام کے حقیقی دشمنوں کے بارے میں اللہ ربّ العالمین سے زیادہ کوئی نہیں جانتا، آیئے قرآن مجید میں دیکھیں خالقِ کائنات کن لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن قرار دیتاہے، دشمن کے تعین کے بعد ہی ہم اس کے تخریبی ہتھکنڈوں پر غور وفکر کرسکیں گے۔

سورۃ المائدۃ میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتاہے:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (82)﴾

”تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے تم قوم یہود کو پاؤگے اور ان لوگوں کو جو شرک کرتے ہیں، اور مسلمانوں کیلئے نرم گوشہ ان لوگوں کے دلوں میں ہے جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہلاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں درویش اور عبادت گذار لوگ پائے جاتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے“۔

قرآن مجید کی اس آیت کی روشنی میں ہمارے سب سے بڑے اور شدید دشمن "یہود" قرار پاتے ہیں اور ان کے ساتھ وہ لوگ بھی جو شرک کا ارتکاب کرتے ہیں! اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو کسی قدر ہمدرد بتایا ہے۔ ربّ العالمین سے زیادہ سچی بات کس کی ہو سکتی ہے ؟لیکن جب ہم ان آیات کی روشنی میں تاریخ کے صفحات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ وہ نصاریٰ جن کے دلوں میں ہمارے لئے نرم گوشہ بتایا گیا ہے، ان سے گذشتہ چودہ سو سالوں میں مسلمانوں کے بے شمار معرکے اور محاذ آرائیاں ہوئی ہیں، خاص طور پر صلیبی جنگوں کا طویل سلسلہ تو تاریخ میں مشہور ہی ہے۔، اسی طرح مشرکین اور کافروں سے بھی بہت سی جنگیں مسلمانوں نے لڑی ہیں، مگر ہمارے سب سے بڑے دشمن یعنی "یہودی" جو ہم سے شدید عداوت رکھتے ہیں، ان کے بارے میں تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "خیبر" میں یہود کی جو گوشمالی فرمائی تھی اور پھر آخر میں عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں خیبر اور گردونواح سے نکال باہر کیا تھا اس کے بعد سے یہود کے ساتھ مسلمانوں کی کوئی قابل ذکر محاذ آرائی یا معرکہ موجودہ صدی تک ہمیں نظر نہیں آتا، البتہ اس صدی میں "اسرائیل" کے ناجائز قیام کے بعد سے یہود کی عربوں سے متعدد جنگیں ہو چکی ہیں اور اب بھی ان سے جنگ و جدال کا ماحول جاری ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید برحق ہے اور اسی طرح ہمیں یہ بھی یقین کامل ہے کہ کوئی "شدید دشمن" چودہ سو سال کے طویل عرصہ تک خاموش اور چپ چاپ نہیں بیٹھ سکتا۔ وہ تو اپنی فطرت کے مطابق لازمی طور پر حریف کو زک پہنچانے اور اس کو خاک میں ملانے کی کوشش ہمہ وقت کرتا رہے گا۔

آیئے اس بات پر غور کریں کہ ہمارے سب سے بڑے دشمن "قوم یہود" نے گذشتہ چودہ سو سالوں میں ہمیں کہاں کہاں اور کیسے کیسے زک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

یہود کی ریشہ دوانیاں

تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک قوم یہود کو اسلام اور ملت اسلامیہ کی طرف بُری نگاہ ڈالنے کی ہمت بھی نہیں ہوئی، لیکن اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں مختلف عوامل اور اسباب کی بنا پر یہود کو اپنے پر پُرزے نکالنے کا موقع مل ہی گیا۔ سب سے پہلے عبد اللہ بن سبا نامی یہودی جو یمن کا رہنے والا تھا، ایک سازش کے تحت بظاہر اسلام قبول کیا اور پھر مسلمانوں کے درمیان رہ کر مکر و فریب کے جال پھیلانے میں مصروف ہو گیا، قسمت نے اس کی یاوری کی اور نئے نئے دائرہ اسلام میں داخل ہونے

والے اس وقت کے مسلمان (خصوصاً مصر اور عراق کے علاقہ میں) اس کے دام وفریب میں آ گئے۔ اور ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں کا پہلا ہدف عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات مبارکہ ہوئی۔ آپ کی شہادت کے خونچکاں واقعات، اور پھر اس کے نتیجہ میں جنگ وجمل و صفین میں مسلمانوں اور خاص کر صحابہ کرام کی قیمتی خون کی ارزانی نے ملتِ اسلامیہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ عبد اللہ بن سبا کا پورا گروہ جس کی تعداد اچھی خاصی ہوگئی تھی۔ ان دونوں جنگوں میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ اس زمانہ اور اس مخصوص فضا میں اس کو پورا موقع ملا کہ لشکر کے بے علم اور کم فہم عوام کو علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے غلو کی گمراہی میں مبتلا کر دے۔ پھر جب علی رضی اللہ عنہ نے عراق کے علاقہ "کوفہ" کو اپنا دارالخلافہ بنالیا۔ تو یہ علاقہ اس گروہ کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا، اور چونکہ مختلف اسباب وجوہات کی بنا پر اس علاقہ کے لوگوں میں غالیانہ اور گمراہانہ افکار و نظریات قبول کرنے کی صلاحیت زیادہ تھی۔ اس لئے کوفہ میں عبد اللہ بن سبا کے گروہ کو اپنے مشن میں بہت زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔

ابن جریر طبری اور دیگر مورخین کا بیان ہے کہ: عبد اللہ بن سبا نے سادہ لوح مسلم عوام کو گمراہ کرنے کے لیے سب سے آسان طریقہ یہ اختیار کیا کہ ان کی محبوب اور مقدس ترین شخصیت کے بارے میں غلو وافراط کا نظریہ عام کیا جائے گا، اس مقصد کے لیے اس یہودی نے یہ شوشہ چھوڑا کہ "مجھے مسلمانوں پر تعجب ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے اس دنیا میں دوبارہ آمد کا عقیدہ تو رکھتے ہیں، مگر سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں دوبارہ آمد کے قائل نہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ علیہ السلام اور تمام انبیاء سے افضل واعلیٰ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یقینا دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے"۔ عبد اللہ بن سبا نے یہ بات ایسے جاہل اور ناتربیت یافتہ مسلمانوں کے سامنے رکھی جن میں اس طرح کی خرافات قبول کرنے کی صلاحیت دیکھی پھر جب اس نے دیکھا کہ اس کی یہ غیر اسلامی اور قرآنی تعلیم کے سراسر خلاف بات مان لی گئی، تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ کی خصوصی قرابت کی بنیاد پر آپ کے ساتھ غیر معمولی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے ان کی شان میں غلو آمیز باتیں کہنا شروع کر دیں، ان کی طرف عجیب وغریب "معجزے"، منسوب کرکے علی رضی اللہ عنہ کو مافوق البشر ہستی باور کرانے کی کوشش کی اور جاہلوں اور سادہ لوحوں کا طبقہ جو اس کے قربت کا شکار ہوگیا تھا، وہ ان کی ساری خرافات قبول کرتا رہا، اس طرح اس نے اپنی سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق تدریجی طور پر علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسے خیالات رکھنے والے اپنے معتقدین کا ایک حلقہ بنالیا۔ اس یہودی نے انہیں یہ باور کرایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کے لئے دراصل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا تھا، وہی اس کے مستحق اور اہل تھے۔ اور حامل وحی فرشتہ جبرائیل امین کو ان کے پاس نبوت لے بھیجا تھا، مگر انہیں اشتباہ ہوگیا اور وہ غلطی سے وحی لے کر محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر اس نے کچھ احمق اور سادہ لوحوں کو یہ سبق پڑھایا کہ علی رضی اللہ عنہ اس دنیا میں اللہ کا رُوپ ہیں اور ان کے قالب میں اللہ کی روح ہے، اور اس طرح گویا وہی اللہ ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ کے علم میں جب یہ بات آئی کہ ان کے لشکر میں کچھ لوگ ان کے بارے میں ایسی خرافات پھیلا رہے ہیں تو آپ نے ان شیاطین کو قتل کر دینے اور لوگوں کی عبرت کے لیے آگ میں ڈالنے کا حکم صادر فرمایا اور اس طرح علیt کی الوہیت کا عقیدہ رکھنے والے یہ شیاطین ان ہی کے حکم س قتل کر دیئے گئے اور آگ میں ڈالے گئے۔

(منہاج السنۃ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ج1ص7)

عبداللہ بن سبا یہودی نے اسلام میں ''شیعیت'' کی صرف بنیاد ڈالی تھی یا تخم ریزی کی تھی، اس کے بعد یہ تحریک خفیہ طور پر اور سر گوشیوں کے ذریعہ جاری رہی اور رفتہ رفتہ اسلام میں مستقل طور پر ایک ''یہودی لابی'' وجود میں آگئی، جو علی رضی اللہ عنہ کی محبت کی آڑ لے کر اسلام اور مسلمانوں میں مختلف ڈھنگ سے باہم نفرت وعداوت اور بغض وکینہ پیدا کرنے میں مصروف ہوگئی، اس یہودی تحریک یعنی'' شیعیت'' کے مختلف داعی تھے جو مختلف لوگوں سے موقع محل کے لحاظ سے الگ الگ ڈھنگ سے بات کرتے اور ان کی ذہنی استعداد وصلاحیت کے مطابق ان کے عقائد واعمال کو متغیر کرتے تھے۔

اس طرح شیعیت کے نام پر مسلمانوں کے اندر مختلف گروہ پیدا ہوگئے جن کی الگ الگ اپنی اپنی ڈفلی تھی اور اپنا اپنا راگ! کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت یا ان کے اندر روحِ الٰہی کے حلول کے قائل تھے اور کچھ ایسے تھے جو اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل واعلیٰ نبوت ورسالت کا اصل مستحق سمجھتے تھے اور جبرائیل امین کی غلطی کے قائل تھے، کچھ لوگ ان میں ایسے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد امام، امیر اور وصی رسول مانتے تھے، اور اس بناء پر خلفا، ثلاثہ یعنی ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم، اور ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنہوں نے ان حضرات کو خلیفہ تسلیم کیا تھا اور دل سے ان کا ساتھ دیا تھا، یہ بدباطن لوگ انہیں کافر ومنافق یا کم از کم غاصب وظالم اور غدار کہتے تھے۔ ان کے علاوہ بھی ان میں مختلف عقائد ونظریات رکھنے والے گروہ تھے جو مختلف ناموں سے پکارے گئے۔ ان سب میں نقطہ اشتراک علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو تھا، ان میں بہت سے فرقوں کا اب دنیا میں غالباً کہیں وجود بھی نہیں پایا جاتا، تاریخ کی کتابوں کے اوراق ہی میں ان کے نام ونشان باقی رہ گئے ہیں۔ البتہ چند فرقے اس دور میں بھی مختلف ممالک میں پائے جاتے ہیں، ان شیعوں کے ''اثنا عشریہ'' فرقے کو امتیاز واہمیت حاصل ہے۔

ہم اس بات کے ثبوت میں کہ عبداللہ بن سبا یہودی ہی اسلام میں شیعیت کا موجد و بانی ہے۔ نیز شیعیت دراصل یہودی تحریک ہے جو اسلام کے نام پر امت مسلمہ کو باہم متفرق اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کا وجود ختم کرنے کے لیے، ایک سازش کے تحت برپا کی گئی تھی اور آج بھی یہ شیعیت یا دوسرے لفظوں میں "یہودیت" اپنے اصلی روپ میں نیز مسلمانوں میں موجود مختلف بدعتی فرقوں اور تصوف کے پس پردہ اپنا مشن پورا کرنے میں مصروف ہے۔ ابن سبا کے بارے میں شیعہ حضرات کی اسماء الرجال کی مستند ترین کتاب "رجال الکشی" سے ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں۔

حالانکہ ابن جریر طبری "تاریخ الامم والملوک" شہرستانی کی "الملل واالنحل" ابن حزم اندلسی کی "الفصل فی الملل والنحل" اور ابن کثیر دمشقی کی "البدایہ والنہایہ" میں بھی اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ شیعیت کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ مگر چونکہ بہت سے شیعہ علماء اور مصنفین عبداللہ بن سبا سے براءت کا اظہار کرتے ہیں، یہاں تک کہ ماضی قریب کے بعض شیعہ مصنفین نے تو عبداللہ بن سبا کو ایک فرضی ہستی قرار دے دیا ہے گویا وہ سرے سے اس کے وجود ہی کے منکر ہیں، اس لئے شیعوں کی اسماء رجال کی مستند ترین کتاب "رجال کشی" کا حوالہ ہی مناسب ہے تاکہ جانب داری اور الزام کے جُرم سے ہمارا دامن داغدار نہ ہو۔

(ذکر بعض اهل العلم انّ عبد الله بن سبا کان یهودیاً فاسلم ووالی علیاً علیه السلام، وکان یقول وهو علی یهودیته فی یوشع بن نون صی موسی بالغلو، فقال فی الاسلام بعد وفاة رسول الله ﷺ فی علی علیه السلام مثل ذلك، وکان اول من اشهر بالقول بفرض امامة علی واظهر البراءة من اعدائه وکاشف مخالفیه اکفرهم۔)

بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا پہلے یہودی تھا، پھر اسلام قبول کیا اور علی علیہ السلام سے خاص تعلق کا اظہار کیا اور اپنی یہودیت کے زمانے میں وہ موسیٰ کے وصی یوشع بن نون کے بارے میں غلو کرتا تھا، پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اسلام میں داخل ہو کر وہ اسی طرح کا غلو علی علیہ السلام کے بارے میں کرنے لگا، اور وہ پہلا آدمی ہے جس نے علی کی امامت کے عقیدے کی فرضیت کا اعلان کیا، اور ان کے دشمنوں سے براءت ظاہر کی اور کھلم کھلا ان کی مخالفت کی اور انہیں کافر قرار دیا۔ (رجال الکشی: ص17، طبع بمبئی 1317ھ ایضاً: ص17)

دلچسپ ترین بات یہ ہے کہ شیعوں کے اسماء الرجال کی اسی مستند ترین کتاب "رجال کشی" میں امام جعفر صادق سے متعدد روایتیں نقل کی گئی ہیں، جن میں اس بات کی تصدیق کی گئی ہے کہ شیعیت کا یہ بانی عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھی علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا

عقیدہ رکھنے اور اس کی دعوت دینے کے جرم میں خود علی ؓ کے حکم سے آگ میں ڈلوا کر ہلاک کر دیئے گئے۔(رجال الکشی :ص70 طبع بمبئی 1317ھ ایضاً:ص70)

یہودیت اور شیعیت کی مشترکہ قدریں

(۱) دین میں غلو یا مبالغہ آرائی:

مذہبی پیشواؤں اور دینی رہنماؤں کے مرتبہ میں حد سے زیادہ مبالغہ آرائی اہل کتاب خصوصاً قوم یہود کی نمایاں صفت ہے، قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر اس عیب کی نشان دہی کی گئی ہے، مثلاً:

﴿یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ﴾

"اے اہل کتاب !(یہود و نصاریٰ) اپنے دین میں غلو اختیار نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے منسوب کر کے غلط باتیں نہ کہو"۔(النساء: 171)

﴿وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ﴾

"یہود نے عزیر کے بارے میں دعویٰ کیا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ مسیح کو اللہ کا بیٹا بتاتے ہیں"۔(التوبۃ:30)

﴿وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ کَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی تِلْکَ اَمَانِیُّھُمْ قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾

"یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے علاوہ کوئی دوسرا جنت میں داخل نہ ہونے پائے گا۔ یہ ان لوگوں کی دل بہلاوے کی باتیں ہیں، آپ ان سے پوچھئے کہ اپنے اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہو تو لاؤ اگر تم سچے ہو"۔(البقرۃ:111)

(۲) اپنے دینی رہنماؤں کو اللہ کے اختیارات سے متصف کرنا:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ﴾

"انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے دینی پیشواؤں اور علماء و مشائخ کو اپنا رب بنالیا ہے"(التوبۃ:31)

﴿قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْئًا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ﴾

"(اے نبی!) آپ اہل کتاب سے کہہ دیجئے کہ آؤ اس بات کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک ہے وہ یہ کہ اللہ کے علاوہ ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب قرار نہ دے" (آل عمران:64)

(۳) التباس و کتمانِ حق:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِكَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾

"جو لوگ ہماری نازل کردہ نشانیوں اور فرمان ہدایت کو چھپاتے ہیں حالانکہ ہم نے اسے اپنی کتاب (توریت وانجیل) میں لوگوں کے لیے واضح طور پر بیان کر دیا تھا۔ ایسے ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنتیں بھی ان پر پڑتی ہیں" (البقرۃ:159)

﴿یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ اَنْتُمْ تَشْھَدُوْنَ، یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

"اے اہل کتاب! (یہود و نصاریٰ) تم جان بوجھ کر کس لئے اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہو؟ اور اے اہل کتاب! تم کس لیے حق پر باطل کا غلاف چڑھا کر اسے پوشیدہ کرتے ہو۔ حالانکہ تم دیدہ دانستہ حق کو نظر انداز کر رہے ہو"۔ (آل عمران:70-71)

(۴) مسلمانوں سے شدید عداوت و دشمنی:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا﴾

"تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عداوت رکھنے والے تم قوم یہود کو پاؤ گے اور ان لوگوں کو بھی جو شرک کا ارتکاب کرتے ہیں"۔ (المائدۃ:82)

یہ ہے قرآن کی گواہی اہل کتاب خصوصاً یہود کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات اور کس کی ہو سکتی ہے؟؟ آیئے اب ہم یہود کی ان خصوصیات کی شیعی لٹریچر میں تلاش کرتے ہیں:

سب سے پہلے دین میں غُلو یا مبالغہ آرائی کو لیجئے:

امت مسلمہ کے نزدیک جس طرح تمام نبی ورسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر اور نامزد ہوتے ہیں، امت یا قوم اسے منتخب نہیں کرتی ٹھیک اسی طرح شیعہ حضرات کے یہاں نبی کے بعد ان کے جانشین و خلیفہ اور امام بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نامزد کیے جاتے ہیں۔ ان کے عقیدے کے مطابق ان کے یہ تمام "امام" ایک "نبی" کی طرح معصوم ہی ہوتے ہیں، انبیاء ورسل ہی کی طرح ان کی اطاعت امت پر فرض ہوتی ہے۔ مرتبہ کے لحاظ سے یہ "ائمہ" تمام انبیاء اور سولوں سے افضل اور رسول اکرم ﷺ کے برابر ہوتے ہیں۔ ان کے خیال میں خاتم النبیین ﷺ کی وفات کے بعد اس دنیا کے خاتمہ تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارہ امام نامزد ہیں۔ جو امام اول علی رضی اللہ عنہ سے شروع ہو کر علی الترتیب حسن عسکری تک دنیا میں آکر کاروبار امامت انجام دینے کے بعد وفات پا گئے مگر بارہویں اور آخری امام بغداد کے پاس "سر من رای" کے غار میں روپوش ہیں اور وہی قرب قیامت میں مہدی بن کر نمودار ہوں گے اور دنیا پر بلا شرکت غیر حکومت کریں گے وغیرہ وغیرہ۔

ایران کے مقتدر شیعی رہنما اور ایرانی انقلاب کے بانی آنجہانی آیت اللہ خمینی اپنی کتاب "الحکومۃ الاسلامیہ" میں "الولایۃ التکوینیہ" کے عنوان کے تحت رقم طراز ہیں:

(وان من ضروریات مذھبنا ان لأئمتنا مقاماً لایبلغه ملك مقرب ولا نبی مرسل)

"اور ہمارے مذہب (اثنا عشریہ) کے ضروری اور بنیادی عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ ہمارے ائمہ کو وہ مقام و مرتبہ حاصل ہے، جس تک کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل بھی نہیں پہنچ سکتا"۔ (الحکومۃ الاسلامیہ، آیت اللہ خمینی ص:52)

جمہور امت مسلمہ کے نزدیک کائنات کے ذرہ ذرہ پر حکومت و فرمانروائی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور ساری مخلوق اس کے تکوینی حکم کے سامنے سرنگوں اور تابع و فرمان ہے یہ شان کسی نبی اور رسول کی بھی نہیں۔ قرآن مجید کی بے شمار آیتیں اس بات کا واضح طور پر اعلان کرتی ہیں مگر اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ:

(فان للامام مقاماً محموداً ودرجة سامیةً وخلافةً تکوینیة تخضع لولایتها وسیطرتها جمیع ذرات الکون)

"امام کو وہ مقام اور بلند درجہ اور ایسی تکوینی حکومت حاصل ہوتی ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم و اقتدار کے آگے سرنگوں اور تابع فرمان ہوتا ہے" (الحکومۃ الاسلامیہ، آیت اللہ خمینی:52)

اثنا عشری مذہب کی رو سے شیعہ حضرات کے ائمہ کو انبیاء علیہم السلام کے تمام خصائص اور کمالات و معجزات تک حاصل تھے اور ان کا درجہ انبیاء سابقین، یہاں تک کہ اولوالعزم انبیاء نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے بھی بلند و برتر ہے۔ شیعہ حضرات کی مستند ترین کتاب "الجامع الکافی" جو ابو جعفر یعقوب کلینی راوزی (المتوفیٰ 328ھ) کی تصنیف ہے، صحت واستناد کے لحاظ سے اہل تشیع کے نزدیک اس کا وہی درجہ ہے جو امت مسلمہ کے نزدیک صحیح بخاری کا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق "الجامع الکافی" بارہویں غائب امام کی تصدیق شدہ شیعہ مذہب کا سارا دارومدار اسی کتاب پر ہے "اصول کافی" میں کتاب الحجہ باب (ان الارض کلھا للامام) کے تحت ابو بصیر سے روایت ہے کہ ان کے ایک سوال کے جواب میں امام جعفر صادق نے فرمایا:

(اما علمت انّ الدنیا والاخرۃ للامام یضعھا حیث یشاء ویدفعھا الی من یشاء)

"کیا تم کو یہ بات معلوم نہیں کہ دنیا اور آخرت سب امام کی ملکیت ہے۔ وہ جس کو چاہیں دے دیں اور جو چاہیں کریں" (اصول کافی ص:259)

شیعوں کے کثیر التصانیف بزرگ اور مجتہد مُلّا باقر مجلسی اپنی تصنیف "حیاۃ القلوب" میں تحریر فرماتے ہیں:

"امامت بالاتر از رتبہ پیغمبری" امامت کا درجہ نبوت و پیغمبری سے بالاتر ہے"۔ (حیات القلوب: ملا باقر مجلسی ج3 ص10)

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ ازل سے ابد تک ساری باتوں کا علم (ما کان و ما یکون کا علم) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں اور اس کا علم ساری کائنات کو محیط ہے: وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (الطلاق:12) یہودی ذہن و فکر نے اپنی افتاد طبع کے مطابق "غلو عقیدت" کے نظریہ کو فروغ دینے کے لیے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (ما کان و ما یکون) کے علم کا پروپیگنڈا کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیعہ حضرات کے خود ساختہ "ائمہ معصومین" اس علم کے وارث اور امین ٹھہرائے گئے، شدہ شدہ یہ مشرکانہ نظریہ عقیدت رسول کے بھیس میں عامۃ المسلمین کے ایک خاص طبقہ یعنی "اہل بدعت" کا بھی اوڑھنا بچھونا بن گیا۔

ملاحظہ کیجئے شیعی روایت: امام جعفر صادق نے اپنے خاص رازداروں کی ایک محفل میں ارشاد فرمایا:

(لو کنت بین موسی والخضر لأخبرتھما انی اعلم منھما ولانباتھما ما لیس فی ایدیھما لأن موسیٰ والخضر علیھما السلام اعطیا علم ما کان ولم یعطیا علم ما یکون وما ھو کائن حتی تقوم الساعۃ وقد ورثناہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وراثۃ)

"اگر میں موسیٰ اور خضر کے درمیان ہوتا تو ان کو بتاتا کہ ان دونوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں، اور ان کو اس سے باخبر کرتا ہوں جو ان کے علم میں نہیں تھا۔ کیونکہ موسیٰ و خضر علیہما السلام کو صرف "ماکان" کا علم حاصل ہوا تھا اور "مایکون" اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس کا علم ان کو نہیں دیا گیا تھا۔ اور ہم کو وہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل سے وراثت میں حاصل ہوا ہے" (اصول کافی: ص: 160)

اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا کبھی امام سے خالی نہیں رہ سکتی، اصول کافی میں ابوحمزہ سے روایت ہے کہ انہوں نے چھٹا امام جعفر صادق سے دریافت کیا کہ یہ زمین بغیر امام کے باقی اور قائم رہ سکتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر زمین پر امام کا وجود باقی نہ رہے تو وہ دھنس جائے گی باقی نہیں رہ سکے گی۔ (اصول کافی، ص:104)

اسی طرح امام باقر سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ اگر امام کو ایک گھڑی کے لئے بھی زمین سے اٹھالیا جائے تو وہ اپنی آبادی کے ساتھ ایسے ڈولے گی جیسے سمندر میں موجیں آتی ہیں۔

اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کا دعویٰ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے علاوہ کوئی دوسرا گروہ جنت میں داخل نہیں ہو پائے گا۔ اہل تشیع کے یہاں بھی یہ دعویٰ اسی کروفر کے ساتھ پایا جاتا ہے ان کے نزدیک ائمہ معصومین کو ماننے والے (یعنی شیعہ حضرات) اگر ظالم اور فاسق بھی ہیں تب بھی جنت ہی میں جائیں گے اور ان کے علاوہ مسلمان اگرچہ متقی اور پرہیزگار بھی ہوں اس کے باوجود دوزخ میں ڈالیں جائیں گے۔ اصول کافی میں امام باقر سے روایت کی گئی ہے آپ نے فرمایا:

(ان اللہ لا یستحی ان یعذب امۃ وانت بامام لیس من اللہ ، وان کانت فی اعمالھا برۃ تقیۃ وانّ اللہ لیستحی ان یعذب امۃ وانت بامام من اللہ وان کانت فی اعمالھا ظالمۃ مسیئۃ) (اصول کافی: ص،238)

اللہ تعالیٰ ایسی امت کو عذاب دینے سے نہیں شرمائے گا جو ایسے امام کو مانتی ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد نہیں کیا گیا ہے، اگرچہ یہ امت اپنے اعمال کے لحاظ سے نیکوکار اور متقی و پرہیزگار ہو، اور ایسے لوگوں کو عذاب دینے اللہ تعالیٰ احتراز فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد اماموں کو مانتے ہوں۔ اگرچہ یہ لوگ اپنی عملی زندگی میں ظالم و بدکردار ہوں"

واضح رہے کہ اسی قسم کی شیعی ذہنیت یا دوسرے لفظوں میں ''یہودی اندازِ فکر'' بعد کے دور میں رفتہ رفتہ مسلمانوں میں بھی رچ بس گیا اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ چند فقہی یا فروعی اختلافات کی بنیاد پر امت مسلمہ میں موجود بدعت پسند گروہ کے ''شیخ الشیوخ'' (احمد رضا خاں بریلوی من فرقۃ البریلویہ) نے جو برصغیر میں مشہور و معروف ہیں اپنے مخالف توحید مسلم افراد جماعتوں کے خلاف یہ پھبتی تصنیف کر ڈالی کہ:

تجھ سے اور جنت سے کیا نسبت وہابی دور ہو ہم رسول اللہ کے، جنت رسول اللہ کی! (ص:1)

قطع نظر اس کے کہ ان کے اپنے گروہ کے افراد کی اکثریت دین و شریعت کی کتنی پیروکار اور نماز، روزہ، زکاۃ، حج وغیرہ ارکانِ اسلام پر کس حد تک عمل پیرا ہے؟؟ صریح مشرکانہ اعمال اور بدعتی رسوم میں دان رات مبتلا ہونے اور اسلام کے صاف و شفاف اور پاکیزہ دامن میں فسق و فجور اور ہر طرح کی معصیت کے داغ و دھبے لگاتے رہنے کے باوجود یہ لوگ خود کو جنت کا ٹھیکیدار سمجھ بیٹھے ہیں۔

اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی دوسری صفت جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے وہ ان کا اپنے دینی پیشواؤں، اور راہبوں اور درویشوں کو اللہ کے صفات سے متصف کرنا ہے۔ یہ مذموم اور مشرکانہ نظریہ بھی ''شیعی مذہب'' میں پورے آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے ان کی کتابوں سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

اصول کافی کتاب الحجہ باب مولد النبی ﷺ میں محمد بن سنان سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو جعفر ثانی (محمد بن علی نقی) سے (جو نویں امام ہیں) حرام و حلال کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

(یا محمد! ان اللہ تبارك تعالیٰ لم یزل منفرداً بواحدنیته ثم خلق محمداً وعلیاً وفاطمة فمکثوا الف دهرٍ ثم خلق جمیع الأشیاء فأشهدهم خلقها واجری طاعتهم علیها وفوّض امورها الیهم فهم یحلون مایشاؤن ویحرمون ما یشاؤن ولن یشاؤا الا ان یشاء اللہ تبارك وتعالیٰ)(اصول کافی:ص:278)

اے محمد! اللہ تعالیٰ ازل سے اپنی وحدانیت کے منفرد رہا، پھر اس نے محمد، علی، اور فاطمہ کو پیدا کیا، پھر یہ لوگ ہزاروں قرن ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد اللہ نے دنیا کی تمام چیزوں کو پیدا کیا، پھر ان مخلوقات کی تخلیق پر ان کو شاہد بنایا اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری ان تمام مخلوقات پر فرض کی اور ان کے تمام معاملات ان کے سپرد کئے۔ یہ تو حضرات جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کر دیتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں چاہتے مگر جو اللہ تبارک تعالیٰ چاہے''۔

علامہ قزوینی نے اس ''روایت'' کی شرح میں یہ تصریح کردی ہے کہ یہاں محمد، علی اور فاطمہ سے مراد یہ تینوں حضرات اور ان کی نسل سے پیدا ہونے والے تمام ائمہ ہیں۔(الصافی شرح اصول کافی جزء :3 جلد2 ص:149)

اصول کافی ہی میں امام جعفر صادق سے روایت ہے:

(قال ولایتنا ولایة الله التی لم یُبعث نبی قط الا بها) (اصول کافی: ص276)

''ہماری ولایت (یعنی بندوں اور تمام مخلوقات پر ہماری حاکمیت)بعینہٖ اللہ تعالیٰ کی ولایت وحاکمیت جیسی ہے جو نبی بھی اللہ کی طرف سے بھیجا گیا وہ اس کی تبلیغ کا حکم لے کر بھیجا گیا''۔

شیعی لٹریچر کے مطابق ان کے ائمہ تمام الوہی صفات کے حامل ہیں۔ان کی شان یہ ہے کہ عالم ماکان ومایکون میں کوئی چیز ان سے مخفی اور غیب نہیں، انسانوں کے نامۂ اعمال روزانہ ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، ان کے بارے میں غفلت سہو اور نسیان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور کائنات کے ذرہ ذرہ پر اُن کی تکوینی حکومت ہے، وہ دنیا وآخرت کے مالک ہیں، جس کو چاہیں دیں اور جسے چاہیں محروم رکھیں وغیرہ وغیرہ۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کی ایک اور کمینہ صفت اور ذلیل حرکت جو ہمیں معلوم ہوتی ہے وہ ان کی حق کو چھپانے اور دین کی اصلیت پر نفاق اور جھوٹ کا پردہ ڈالنے کی مجرمانہ عادت اور ذلیل فطرت ہے۔جب ہم شیعہ لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں التباس اور کتمان حق کی یہ دونوں قبیح عادتیں تقیہ اور ''کتمان'' کے عنوان کے تحت اس میں نمایاں نظر آتی ہیں۔اگر فرق ہے تو صرف اس قدر کہ یہود دُنیوی مفاد کے لئے حق کے بیان سے گریز کرنے اور اللہ کی تعلیمات کو پوشیدہ رکھنے کے مجرم تھے، مگر ان کے یہ معنوی سپوت شیعہ حضرات اللہ کی مخلوق کو گمراہ کرنے کے لئے اپنے باطل نظریات وفکار کو حق کے لبادے میں چھپا کر پیش کرنے میں مہارت رکھتے ہیں:

''کتمان'' اور ''تقیہ''شیعہ مذہب کی اصولی تعلیمات میں سے ہے۔''کتمان''کا مطلب ہے اپنے اصل عقیدہ اور مذہب ومسلک کو چھپانا اور دوسروں پر ظاہر نہ ہونے دینا،اسی طرح''تقیہ''کہتے ہیں اپنے قول یا عمل سے نفس واقعہ یا حقیقت کے خلاف یا اپنے عقیدہ وضمیر اور مذہب ومسلک کے برعکس ظاہر کرنا اور اس طریقہ سے دوسروں کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا کرنا۔

شیعہ مذہب کی معتبر ترین کتاب ”اصول کافی“ میں امام جعفر صادق کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

(انکم علی دین من کتمه اعزّه الله ومن اذاعه اذله الله) (اصول کافی: ص:485)

”تم ایسے دین پر ہو، جو اس کو چھپائے گا اللہ تعالیٰ اسے عزت عطا فرمائے گا اور جو کوئی اسے شائع و ظاہر کرے گا۔ اللہ اس کو ذلیل اور رسوا کر دے گا“۔

”تقیہ“ کے ایک مستقل باب کے تحت اصول کافی میں روایت ہے:

(عن ابی عمیر الأعجمی قال قال له ابوعبد الله علیه السلام یا ابا عمیر تسعة اعشار الدین فی التقیة ولا دین لمن لا تقیة له)

”ابو عمیر اعجمی روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو عمیر! دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ میں ہیں جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے“۔(اصول کافی، ص:482)

امام باقر سے بھی تقیہ کے سلسلے میں ایک روایت اسی ”اصول کافی“ میں درج ہے:

(قال ابوجعفر علیه السلام: التقیة من دینی و دین آباء ی ولا ایمان لمن لا تقیة له) (اصول کافی، ص:484)

”امام باقر نے فرمایا تقیہ میرا دین ہے اور میرے آباء اجداد کا دین ہے، جو شخص تقیہ نہیں کرتا اس میں ایمان ہی نہیں“۔

”من لا یحضره الفقیه“ نامی کتاب میں جو شیعہ حضرات کے اصولِ اربعہ میں سے ہے، تقیہ کے بارے میں ایک روایت درج کی گئی ہے:

(لو قلت ان تارك التقیة کتارك الصلاة لکنت صادقاً، وقال علیه السلام: لا دین لمن لا تقیة له)

(من لا یحضره الفقیه بحواله باقیات الصالحات ص:216)

امام جعفر نے فرمایا اگر میں کہوں کہ تقیہ ترک کرنے والا ایسا ہی گناہ گار ہے جیسا کہ نماز ترک کرنے والا تو میری بات صحیح اور سچ ہو گی۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے“۔

حقیقت یہ ہے کہ تقیہ اور کتمان کے اس خطرناک عقیدے کے ذریعے یہودی عناصر کو امت مسلمہ میں نفوذ کرنے اور ان میں نفاق و تفرقہ ڈالنے میں جس قدر کامیابی ہوئی ہے وہ کسی اور طریقے سے ممکن نہ تھی۔ اس طرح یہ لوگ عامۃ المسلمین میں گھل مل گئے اور

اندر ہی اندر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف، ان کے عقائد میں فساد اور انہیں دین اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ یہودیت براہ راست اور کھل کر تو مسلمانوں کے قلوب واذہان پر اثر انداز ہو نہ سکتی تھی۔ اس نے شیعیت کے روپ میں جن لوگوں کو اپنے دام فریب میں گرفتار کر لیا تھا وہ بھی بہر حال ایک محدود طبقہ تھا جس کے بل بوتے پر یہودیت کے خطرناک عزائم کی تکمیل ممکن نہ تھی، اس لئے عام مسلمانوں میں اثر و نفوذ کے لئے ''کتمان'' اور ''تقیہ'' سے بہتر کوئی اور تدبیر ممکن نہ تھی۔

اس غیر محسوس طریقہ پر یہ لوگ مسلمانوں میں گھل مل گئے اور ان کا اعتماد حاصل کرنے کے بعد فلسفہ اور علم کلام کی مدد سے انہوں نے مسلمانوں کے مختلف عقائد اور دین کے مسلمات میں شکوک وشبہات پیدا کرنے شروع کر دیئے رفتہ رفتہ مسلمان ان شاطر اور گھاک یہودیوں کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ گئے، کچھ عرصے بعد چشم فلک نے یہ عبرت منظر بھی دیکھ لیا کہ ہمارے یہ عیار دشمن ''یہودی'' دنیا کے مختلف مقامات پر خاص طور سے برصغیر ہندوپاک میں اسی تقیہ اور کتمان کے پر فریب ہتھکنڈوں کے سہارے صوفیوں کے بھیس میں مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اور مقتدی بن بیٹھے ہیں اور کھلے عام اپنے معتقدین پر ''شیعیت'' یا دوسرے لفظوں میں ''یہودیت'' کی تعلیم و تبلیغ کرنے میں مصروف ہیں، حالانکہ ان کی شیعیت وضلالت ان کے خیالات وافکار کتابوں سے عیاں اور صاف ظاہر تھی، مگر بھولے بھالے مسلمان عقیدت کے نشہ میں چُور انہیں اپنا ''روحانی پیشوا'' ہی نہیں بلکہ مطاع اور ''حاجت روا ''تک سمجھے بیٹھے ہیں۔

جہاں تک مسلمانوں سے نفرت وعداوت رکھنے کا سوال ہے تو قرآن مجید اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ''یہودی'' مسلمانوں کے شدید دشمن ہیں اور ان کی دشمنی ودلی عداوت اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ اس کی تمنا اور تگ ودو کرتے رہیں کہ مسلمانوں کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ جائے، اس مقصد کے لیے انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ شیعیت کے روپ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت اور تبرّا کا محاذ کھول دیا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و خیر القرون کے مسلمانوں سے لوگوں کو بدظن کرنے کے لیے ہر وہ ہتھکنڈہ استعمال کیا جو ان کے امکان میں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام کے عروج وترقی کا سنہرا دور خلفاء ثلاثہ یعنی ابو بکر، عمر فاروق، اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی خلافت کا عہد زریں تھا، جس میں مسلمانوں نے مختصر عرصے کے اندر قیصر وکسریٰ کی حکومتوں کو روند ڈالا اور اسلام کا پیغام سرزمین عرب

سے نکل کر مصر و شام، ایران و عراق، ماوراء النہر، آزربائیجان اور افغانستان تک جا پہنچا، ظاہر ہے کہ اسلام کی یہ ترقی اور کامیابی کمینہ فطرت قوم یہود آسانی سے کس طرح برداشت کر سکتی تھی؟ اسلام کا یہ سیل عظیم روکنا ان بدبختوں کے بس کا روگ تو نہ تھا مگر انہوں نے اپنے دلی بغض وعداوت سے جو انہیں اسلام اور مسلمانوں سے تھی، اس بات کی کوشش کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی کہ امت مسلمہ کو خلفاء ثلاثہ اور تقریباً تمام صحابہ کرام سے بدظن کر دیا جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ کا قابل فخر سرمایہ رسول اللہ ﷺ کے بعد دور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کا اُسوہ ہی ہے۔ دین اور اس کی تمام جزئیات ہم تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ ہی پہنچی ہیں۔ یہ لوگ اسلام کا مرکز عقیدت ہی نہیں، منبع رشد وہدایت اور مسلمانوں کے لیے سرمایہ افتخار ہیں۔ دین وملت کے پاسبان ہیں۔ ان سے ذہنی رشتہ ٹوٹ جانے کے بعد اسلام کا کوئی تصور ہی باقی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ قرآن مجید جو دین کی اساس ہے اور ذخیرہ احادیث جو ہمارے اعمال کی بنیاد ہے۔ دونوں ہی ناقابل اعتبار اور بے وقعت ہو جاتے ہیں اگر حاملین قرآن وحدیث گروہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، خاص طور پر خلفاء ثلاثہ کو کافر و مرتد سمجھنے اور اسلام سے پھر جانے کا تصور عام ہو جائے۔

کیونکہ قرآن کے جامع ابو بکر و عثمان رضی اللہ عنہم اور احادیث کے حافظ اجل صحابہ رضی اللہ عنہم ہی جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے فوراً بعد اسلام سے پھر جائیں، تو ان کے جمع کئے ہوئے قرآن اور ذخیرہ احادیث کا کیا اعتبار رہے گا؟ اور جب قرآن وحدیث سے ہی اعتبار اٹھ گیا تو اسلام کہاں باقی رہ جائے گا؟ یہی وجہ ہے کہ شیعہ حضرات ظاہر دعویٰ ایمان کے باوجود نہ صرف موجودہ قرآن کو تحریف شدہ اور ناقابل اعتبار کہتے ہیں بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اصل قرآن جو علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا، مسلمانوں کے قرآن سے تقریباً ڈھائی گنا زیادہ ضخیم تھا، وہ ان سے حسن و حسین رضی اللہ عنہم اور دیگر ائمہ معصومین کے ہاتھوں منتقل ہوتا ہوا دسویں غائب امام تک پہنچا اور وہ اسے اور دیگر انبیاء کی نشانیوں کو لے کر "سر من رای" کی غار میں روپوش ہو گئے اور قرب قیامت میں اس قرآن کو لے کر ظاہر ہوں گے۔ (اصول کافی، ص:139، 671)

مسلمانوں کی بدقسمتی کہ قرون اولیٰ میں مختلف سیاسی عوامل اور ناگزیر حالات کے تحت امت مسلمہ میں "یہودی لابی" کے قیام، اثر ونفوذ اور اسلام میں انہیں اندر سے نقصان پہنچانے اور تارپیڈو کرنے کا موقع مل گیا اور مسلمان اپنی سادہ لوحی کی بنا پر ان دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے باخبر نہ ہو سکے۔ یا پھر کچھ طالع آزما حکمرانوں کی چشم پوشی اور سیاسی مفاد کے لیے ان خطرناک عناصر کی

درپردہ ہمت افزائی سے یہودیت کے جراثیم اسلام کے جسد صالح میں تیزی سے سرایت کر گئے! وجہ کچھ بھی ہو، ان خبیث دشمنوں کی جراءت کی داد دینی پڑے گی جنہوں نے عین اسلامی حکومتوں کے زیر سایہ اور "سرپرستی میں" اسلام کی بنیاد کھودنے اور ملت اسلامیہ کو فنا کے گھاٹ اتارنے کی خطرناک سازشیں کیں اور کامیاب ہوئے۔ آج بھی وہ علی الاعلان اسلام کے مشاہیر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرنے اور غلوئے عقیدت کے بھیس میں مسلمانوں کی برگزیدہ شخصیات کو "ارباباً من دون اللہ" بنا کر توحید کے قلعہ کو زمین بوس کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ اور مسلمان آنکھ بند کر کے ان یہود کی پیروی کر رہے ہیں اور یہود صفت دشمنان اسلام کو اپنا مقتدیٰ و پیشوا بنائے ہوئے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!!

لیجئے ملاحظہ کیجئے شیعی کتب کی روشنی میں یہود کی مسلمانوں سے عداوت اور دشمنی کی جھلکیاں:

سب سے پہلے ام المومنین عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں شیعوں کے خیالات دیکھئے، قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو "امہات المومنین" یعنی تمام مسلمانوں کی مائیں کہا گیا ہے۔ ظاہر ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ اہل ایمان کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق اور رشتہ سے آپ کی ازواج مطہرات کی وہی عظمت ہونی چاہیے جو اپنی حقیقی ماؤں کی ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر کیونکہ ایمان کا رشتہ خون کے رشتوں سے زیادہ محترم ہوتا ہے۔ اور اسی کے مطابق ان کے لیے ادب واحترام کا رویہ ہونا چاہیے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا چونکہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی صاحبزادیاں ہیں، اس لئے ان کے ساتھ شیعہ حضرات کو وہی عداوت ہے جو حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہے۔

شیعوں کے مستند عالم ملّا باقر مجلسی نے اپنی کتاب "حیات القلوب" میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان اس طرح ہے:

(باب پنجاہ وپنجم در احوال شقاوت مآل عائشہ وحفصہ)

"باب:55 عائشہ و حفصہ کے بدبختانہ حالات کے بیان میں" (حیات القلوب: ملا باقر مجلسی، ج2، ص،265)

اسی باب میں اور کتاب کے دیگر ابواب میں بھی اس ظالم نے ان دونوں امہات المومنین کو بار بار "منافقہ" لکھا ہے، پھر اسی جلد دوم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بیان میں لکھتا ہے:

"وعیاشی بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ عائشہ وحفصہ آنحضرت را بزہر شہید کردند۔"

"اور عیاشی نے معتبر سند سے امام جعفر صادق سے روایت کیا ہے کہ عائشہ وحفصہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دے کر شہید کیا تھا"۔ (حیات القلوب، ملا باقر مجلسی ج:2 ص870)

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں اسلام کو شاندار ترقی ہوئی ہے اور اطراف عالم میں مسلمانوں کو جس تیزی سے فتوحات حاصل ہوئیں ،وہ تاریخ اسلام کا ایک درخشاں باب اور قابل فخر سرمایہ ہے ،ان کے مبارک دور اور طریق حکمرانی کا اعتراف غیر مسلم مشاہیر تک کرتے ہیں ،یہودی ذہن وفکر کو ان سے عداوت ہونا یقینی تھی۔ چنانچہ ملاحظہ ہوں شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں اہل تشیع کے خیالات ،واضح رہے کہ شیعی روایات میں جہاں فلاں فلاں کے الفاظ آتے ہیں اس وقت اس سے مراد ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہوتے ہیں ،اور جہاں یہ لفظ تین مرتبہ آتا ہے وہاں تیسرے فلاں سے مراد عثمان غنی رضی اللہ عنہ مراد ہوتے ہیں۔ یہ طرز بیان انہوں نے اسلامی حکومت اور مسلمانوں کے عتاب سے بچنے کے لیے اختیار کیا تھا:

(فلان فلان فلان ارتدوا عن الایمان فی ترك ولایة امیرالمومنین علیه السلام) (اصول کافی ،ص:265)

"(یعنی ابو بکر ،عمر ،عثمان رضی اللہ عنہم)یہ تینوں امیر المومنین علی علیہ السلام کی امامت ترک کردینے کی وجہ سے ایمان واسلام سے مرتد ہوگئے "۔

ابو جعفر یعقوب کلینی کی "الجامع الکافی" کے آخری حصہ "کتاب الروضہ "میں روایت ہے کہ امام باقر کے مخلص مرید نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

(انهما ظلمانا حقنا وكانا اول من ركب اعناقا والله ما اسست من بلية ولا قضية تجرى علينا اهل البيت الا هما اسسا اولهما فعليهما لعنة الله والملائكة والناس اجمعين) (کتاب الروضہ ابو جعفر کلینی: ص:115)

"ان دونوں نے ظالمانہ طور پر ہمارا حق مارا یہ دونوں سب سے پہلے ہم اہل بیت کی گردنوں پر سوار ہوئے ہم اہل بیت پر جو بھی مصیبت اور آفت آئی اس کی بنیاد انہی دونوں نے ڈالی ہے ،لہٰذا ان دونوں پر اللہ کی لعنت ہو ،اس کے فرشتوں کی اور تمام بنی آدم کی "۔

اسی "کتاب الروضہ "میں پانچویں امام باقر کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

(كان الناس اهل ردّة بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ثلاثة فقلت ومن ثلاثة فقال المقداد بن الاسود وابوذر الغفاری وسلمان الفارسی رحمة الله عليهم وبركاته) (کتاب الروضہ ،ابو جعفر یعقوب کلینی ،ص:115)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب لوگ مرتد ہوگئے ،سوائے تین کے (راوی کا کہنا ہے کہ)میں نے عرض کیا وہ تین کون تھے ؟تو انہوں نے جواب دیا مقداد بن الاسود ،ابوذر غفاری ،اور سلمان فارسی ،ان پر اللہ کی رحمت وبرکت ہو "۔

شیعوں کے علامہ باقر مجلسی نے اپنی کتاب ''حق الیقین'' میں ایک روایت لکھی ہے:

''وقتیکہ قائم علیہ السلام ظاہری شود پیش از کفار ابتداء بہ سنیان خواہد باعلماء ایشاں وایشاں راخواہد کشت''(حق الیقین، ملا باقر مجلسی ص: 138)

''جس وقت مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو کافروں سے پہلے وہ سنیوں اور خاص کر ان کے عالموں سے کاروائی شروع کریں گے اور ان سب کو قتل کر کے نیست ونابود کر دیں گے''۔

اسی کتاب کے اگلے صفحہ پر وہ یہ پیش گوئی کرتے ہیں۔

''چون قائم ما ظاہر شود، عائشہ راز ندہ کند تابر او حد بزند وانتقام فاطمہ ما از و بکشد''

''جب ہمارے قائم (یعنی مہدی) ظاہر ہوں گے، تو عائشہ کو زندہ کر کے ان پر حد جاری کریں گے اور فاطمہ کا انتقام ان سے لیں گے''۔(حق الیقین، ملا باقر مجلسی، ص: 139)

اسی کتاب ''حق الیقین''میں امام جعفر صادق کے خاص مرید مفصل بن عمر سے ایک طویل روایت نقل کی گئی ہے، جس میں امام جعفر صادق کی زبان سے امام غائب مہدی کے ظہور کا بہت تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب صاحب الامر (امام غائب) ظاہر ہوں گے تو سب سے پہلے مکہ مکرمہ آئیں گے اور وہاں سے کوچ کر کے مدینہ جائیں گے اور جب وہ اپنے نانا رسول اللہ کی قبر کے پاس پہنچیں گے تو وہاں کے لوگوں سے دریافت کریں گے کہ کیا یہ ہمارے نانا رسول اللہ کی قبر ہے ؟لوگ کہیں گے ہاں یہ انہی کی قبر ہے۔ پھر امام پوچھیں گے یہ اور یہ کون لوگ ہیں جو ہمارے نانا کے پاس دفن کئے گئے ہیں ؟لوگ بتلائیں گے یہ آپ کے خاص مصاحب ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما، حضرت صاحب الامر اپنی سوچی سمجھی پالیسی کے مطابق سب کچھ جاننے کے بعد ان لوگوں سے دریافت کریں گے ابو بکر کون تھا؟ اور عمر کون تھا؟لوگ جواب دیں گے کہ یہ دونوں آپ کے خلیفہ اور آپ کی بیویوں عائشہ وحفصہ کے باپ تھے۔اس کے بعد جناب صاحب الامر فرمائیں گے کہ کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس کے بارے میں شک ہو کہ یہی دونوں یہاں مدفون ہیں ؟لوگ کہیں گے کہ کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو اس بارے میں شک رکھتا ہو۔

پھر تین دن کے بعد صاحب الامر حکم فرمائیں گے کہ دیوار توڑدی جائے۔ چنانچہ دونوں کو قبر سے نکالا جائے گا، ان کا جسم تروتازہ ہو گا اور صوف کا وہی کفن پہنے ہوں گے جن میں یہ دفن کئے گئے تھے پھر آپ حکم دیں گے کہ ان کا کفن علیحدہ کر دیا جائے (یعنی ان

کی لاشوں کو برہنہ کر دیا جائے) اور ایک سوکھے درخت پر لٹکا دیا جائے۔ اس وقت مخلوق کے امتحان و آزمائش کے لیے یہ عجیب واقعہ ظہور میں آئے گا کہ وہ سوکھا درخت جس پر لاشیں لٹکی ہوں گی ایک دم سرسبز شاداب ہو جائے گا، تازہ ہری پتیاں نکل آئیں گی اور شاخیں بڑھ جائیں گی۔ پس وہ لوگ جو ان سے محبت رکھتے تھے (یعنی تمام مسلمان) کہیں گے کہ اللہ کی قسم! یہ ان دونوں کی عند اللہ مقبولیت اور عظمت کی دلیل ہے اور ان کی محبت کی وجہ سے ہم نجات کے مستحق ہوں گے۔ اور جب اس سوکھے درخت کے سرسبز ہونے کی خبر مشہور ہو گی تو لوگ اس کو دیکھنے دور دور سے مدینہ آئیں گے۔ تو جناب صاحب الامر کی طرف سے ایک منادی ندا دے گا اور اعلان کرے گا کہ جو لوگ ان دونوں (ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھتے ہیں وہ ایک طرف الگ کھڑے ہو جائیں۔ اس اعلان کے بعد لوگ دو حصوں میں بٹ جائیں گے، ایک گروہ ان دونوں سے محبت و عقیدت رکھنے والوں کا ہو گا اور دوسرا ان پر لعنت کرنے والوں کا، اس کے بعد صاحب الامر سنیوں سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے کہ ان دونوں سے بیزاری کا اظہار کرو نہیں تو تم پر عذاب آئے گا، وہ لوگ انکار کریں گے تو امام مہدی کالی آندھی کو حکم دیں گے کہ وہ ان لوگوں پر چلے اور ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دے، پھر امام مہدی حکم دیں گے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی لاشوں کو درخت سے اتارا جائے، پھر ان دونوں کو قدرت الٰہی سے زندہ کر دیں گے اور حکم دیں گے کہ تمام مخلوق جمع ہو، پھر یہ ہو گا کہ دنیا کے آغاز سے اس کے ختم تک جو بھی ظلم اور کفر ہوا ہو گا ان سب کا گناہ ان دونوں پر لازم کیا جائے گا اور انہیں کو اس کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا (خاص طور پر) سلمان فارسی کو پیٹنا اور امیر المومنین اور فاطمہ زہرا اور حسن و حسین کو جلا دینے کے لیے ان کے گھر کے دروازے میں آگ لگانا اور امام حسن کو زہر دینا اور حسین اور ان کے بچوں اور چچازاد بھائیوں اور ان کے ساتھیوں اور مدد گاروں کو کربلا میں قتل کرنا اور رسول اللہ کی اولاد کو قید کرنا اور ہر زمانے میں آل محمد کا خون بہانا اور ان کے علاوہ جو بھی خون ناحق کیا گیا ہو گا یا کسی عورت کے ساتھ کہیں بھی زنا کیا گیا ہو گا یا سود و حرام کا مال کھایا ہو گا، غرض ان سارے گناہوں کو جو دنیا میں امام مہدی کے ظہور سے قبل ہوئے ہوں گے، ان کے سامنے گنایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ یہ سب کچھ تم سے اور تمہاری وجہ سے ہوا ہے؟ وہ دونوں اقرار کریں گے، کیونکہ وہ رسول اللہ کی وفات کے بعد پہلے ہی دن خلیفہ برحق (علی) کا حق دونوں مل کر غصب نہ کرتے تو ان گناہوں میں سے کوئی بھی نہ ہوتا، اس کے بعد صاحب الامر کے حکم سے ان دونوں سے قصاص لیا جائے گا اور انہیں درخت پر لٹکا کر امام مہدی آگ کو حکم دیں گے کہ ان دونوں کو مع درخت کے جا کر راکھ کر دے۔ اور ہواؤں کو حکم دیں گے کہ ان کی راکھ کو دریاؤں پر چھڑک دے۔ مفصل نے عرض کیا اے میرے آقا! کیا یہ ان لوگوں کو آخری عذاب ہو گا؟ امام جعفر نے فرمایا کہ اے مفصل! ہرگز نہیں اللہ کی قسم سید اکبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر امیر المومنین علی اور سیدہ فاطمہ زہرا اور حسن مجتبیٰ اور حسین شہید کربلا اور تمام ائمہ معصومین زندہ ہوں گے اور تمام مخلص مومن اور خالص کافر بھی زندہ کئے جائیں گے اور تمام ائمہ اور تمام مومنین کے حساب میں ان دونوں کو عذاب دیا

جائے گا۔ یہاں تک کہ دن رات میں ان کو ہزار مرتبہ مارڈالا جائے گا اور زندہ کیا جائے گا، اس کے بعد اللہ جہاں چاہے گا ان کو لے جائے گا اور عذاب دیتا رہے گا۔" (حق الیقین، ملا باقر مجلسی: 145، دربیان رجعت)

یہودی سازش کے خدوخال

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ہمارے دشمن نمبر ا "یہود" نے جہاں "شیعیت" کے روپ میں ملت اسلامیہ کے اندر بغض وعداوت اور نفاق و تفریق کے بیج بوئے ہیں، وہاں یہودی آئیڈیالوجی کو بالواسطہ طور پر بھی عامۃ المسلمین کے مختلف طبقات وعناصر میں پوری قوت کے ساتھ پیوست کرنے کی اپنی شیطانی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے شدید ترین دشمن یہودی دور رسالت سے لے کر آج تک ایک دن کے لیے بھی چین سے نہیں بیٹھے اور چودہ سو سال سے مسلمانوں کو زک پہنچانے اور صفحہ ہستی سے مٹانے کی مسلسل کوششیں کرتے رہے ہیں، عسکری اعتبار سے وہ اتنے طاقتور کبھی نہیں رہے کہ مسلمانوں سے ٹکر لے سکتے یا انہیں زیر کرنے کی کوشش کرتے۔ مگر ذہنی لڑائی میں انہوں نے امت مسلمہ کو ضرور شہ مات دے دی ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ کا کوئی دور اور ان کی دینی اور دنیاوی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر ان دشمنان اسلام "یہود" کا سایہ نہ پڑا ہو، تہذیب، تمدن، معیشت، سیاست، معاشرت، عبادات، تفسیر، احادیث، اسلامی علوم و فنون غرض ہر شعبۂ زندگی میں انہوں نے اپنا اثر ڈالا ہے اور مسلمانوں کے دین اور دنیا کو تباہ کرنے کی کوششیں کی ہیں۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ یہودیوں نے اسلام کا تاروپور بکھیرنے کے لئے پہلی صدی ہجری میں ہی یہ سازش کی تھی کہ ایران کے مجوسیوں، مزدکیہ، ثنویہ اور ملاحدہ فلاسفہ سے مل بیٹھے اور انہیں یہ مشورہ دیا کہ وہ ایسی کوئی تدبیر نکالیں جو ان کو اس پریشانی سے نجات دلا سکے جو کہ اہل اسلام کے غلبہ واستیلاء سے ان لوگوں پر طاری ہوگئی ہے۔ مجوسی چونکہ اسلام کے ہاتھوں زک اُٹھانے اور اپنی ہزاروں سالہ پرانی ساسانی سلطنت و تہذیب اور روایات سے محروم ہو جانے کی وجہ سے دل گرفتہ تھے۔ بہت سے ان میں سے ہوا کا رخ دیکھ کر بظاہر اسلام بھی قبول کر چکے تھے، مگر دل ہی دل میں اسلام کے عروج و ترقی سے کڑھتے اور حسد کرتے تھے۔ یہ لوگ بڑی آسانی سے یہود کے دام فریب میں آگئے انہوں نے دشمنانِ اسلام یہود کی اس تجویز سے اتفاق کر لیا کہ اسلام کے نام لیوا فرقوں میں سے کسی ایسے گمراہ کن فرقے کو منتخب کیا جائے جو عقل سے کورا، رائے میں بودا، اور محال باتوں پر آنکھ بند

کر کے یقین کرنے والا ہو، ساتھ ہی بغیر سند کے جھوٹی باتوں کو قبول کرنے میں مشہور ہو۔ چنانچہ ایسا فرقہ انہیں "روافض" کی شکل میں مل گیا جو حقیقت میں یہود ہی کا پروردہ اور ان کا دوسرا روپ تھا، مجوسیوں نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی یہودیوں کی طرح شیعیت کی نقاب اوڑھ کر اسلام کے قلعے میں شامل ہو جائیں تاکہ اپنے تخریبی اعمال کی پاداش میں اسلامی حکومتوں کے عتاب اور قتال عام سے محفوظ رہ سکیں۔ انہوں نے روافض کے عقیدے اختیار کرنے کے بعد ان میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانا شروع کیا اور رفتہ رفتہ ان میں اہم دینی مناصب حاصل کر لیے۔ اس طرح انہوں نے سانحہ کربلا کو بنیاد بنا کر غم وگریہ اور ماتم حسین کو شیعیت کا معیار بنا دیا۔ حالانکہ اس سے قبل یہ مذہب صرف علی رضی اللہ عنہ اور ان کے استحقاق خلافت کے گرد ہی گھومتا تھا۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں لکھتے ہیں کہ ایران کے مجوسیوں نے یہود کے مشورہ پر اسلام کی عمارت کو منہدم کرنے کے اور اپنی حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے یہ تدبیر نکالی کہ ظاہر میں روافض یعنی شیعوں کے عقیدے میں شامل ہوں اور اس فرقے سے دوستی وچاپلوسی ظاہر کر کے ان کا اعتماد حاصل کریں اور پھر غم وگریہ اور ماتم ان واقعات مصیبت پر ظاہر کریں جو آل محمد پر ظالموں کے ہاتھوں پیش آئے، اس حیلہ سے ہمیں اسلام کے مشاہیر اور مقتدر ہستیوں، خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلفاء راشدین، تابعین اور بزرگان سلف کو لعن طعن کرنے کا پورا موقع ہاتھ آئے گا جن سے شریعت نقل ہو کر بعد کے مسلمانوں تک پہنچتی ہے۔ اس طرح جب ان روافض کے دلوں میں جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور عام مسلمانوں کی طرف سے نفرت وعداوت بیٹھ جائے گی، تو جو کچھ امر شریعت و قرآن ان بزرگوں سے منقول ہے اس کی قدر وقیمت بھی اس احمق فرقے کے دل سے ختم ہو جائے گی۔ تب بہت آسانی سے یہ موقع ملے گا کہ انہیں اسلام کے دائرے سے نکال باہر کیا جائے، اگر اس کے باوجود بھی کوئی شخص قرآن کی اتباع پر مصر ہو تو اس پر یہ جال ڈال کر بہکایا جائے کہ ان کے ظواہر کے کچھ اسرار ورموز اور "باطنی" امور بھی ہیں۔ اس لئے فقط ظاہر پر فریفتہ ہونا حماقت ہے، اور دانائی یہ ہے کہ حکمت وفلسفہ کے مطابق ان کے اسرار پر اعتقاد ہو، جب یہ لوگ ظاہر وباطن کے فلسفے کو مان لیں گے تو رفتہ رفتہ اپنے مخصوص عقائد ان میں داخل کر دیں گے اور انہیں سمجھائیں گے کہ باطن سے مراد یہی اسرار ہیں اور اس طریقے سے باقی قرآن سے منحرف کر دینا انہیں آسان ہو گا، اس طرح سے فرقہ "باطنیہ اسماعیلیہ" کا وجود ہوا جو مجوسیوں کے مسلمانوں کے جذبۂ انتقام سے عبارت تھا۔

اس باطنیہ اسماعیلیہ فرقے نے کچھ عرصے کے بعد ملت اسلامیہ کی سیاسی اتھل پتھل سے فائدہ اٹھا کر حسن بن صباح کی سربراہی میں قلعہ الموت میں اپنی الگ حکومت قائم کر لی تھی اور پھر اپنے "فدائین" کے ذریعہ مسلم ممالک کے رہنماؤں اور عام مسلمانوں کے

خلاف انتقام اور قتل و گارت گری کا بازار گرم کر دیا، اور ایک دور ایسا بھی آیا جب یہ ظالم طاہر قرمطی کی قیادت میں مکہ معظمہ پر چڑھ دوڑے اور حج کے دوران کعبۃ اللہ میں گھس کر حاجیوں کا قتل عام کیا اور ان کی لاشوں سے چاہ زمزم کو پاٹ دیا، اس کے بعد کعبہ کی دیوار سے "حجر اسود" اکھاڑ کر توڑ ڈالا اور پھر اسے اپنے ساتھ لے گئے جو تقریبا بیس سال تک ان ظالموں کے قبضہ میں رہا، طاہر قرمطی نے حجر اسود کو لے جاکر اپنے گھر کی دہلیز پر دفن کر دیا تھا تاکہ لوگ اس پر پاؤں رکھ کر گذرتے رہیں اور اس کی بے حرمتی ہو!

بالآخر عباسی خلیفہ مطیع ﷲ کی کوششوں سے یہ پتھر ان سے حاصل کرکے دوبارہ کعبہ کی دیوار میں نصب کیا گیا، غرض اس دور میں ان ظالموں نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے وہ پہاڑ توڑے تھے جس کی مثال نہیں ملتی، انجام کار تاتاریوں کے ہاتھوں یہ ظالم اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ شیعیت کو ایران میں جو عروج و ترقی حاصل ہوئی کسی دوسرے ملک میں نہیں مل سکی، اس کی وجہ یہی ہے کہ ایران کے مجوسی النسل باشندے اپنی ہزاروں سالہ حکومت کے چھن جانے اور اسلام و مسلمانوں کے سیاسی غلبہ و استیلاء سے حسد و انتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ شیعیت کے پلیٹ فارم سے انہیں اسلام کے خلاف کاروائی کرنے اور مسلمانوں سے انتقام لینے کے بہترین مواقع ہاتھ آئے۔ اس لئے انہوں نے تیزی کے ساتھ شیعہ مذہب کو قبول کرنا شروع کر دیا اور آج حالت یہ ہے کہ ایران جو صحابی رسول سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا وطن ہے جس کی تحسین آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں کی تھی "اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی ہو گا تو سلمانt کے اہل وطن اسے حاصل کرلیں گے" (بخاری و مسلم) آج اسی ایران کی آبادی کا بیشتر حصہ شیعہ مذہب پر عامل ہے اور جو سنی مسلمان ہیں ان پر ان لوگوں نے عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔

سیاسی میدان میں ان یہودیوں کا کردار دیکھئے، انہوں نے کبھی تو براہ راست اور زیادہ تر "شیعوں" کے بھیس میں، مسلمانوں کو ہر دور میں زک پہنچانے اور فنا کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی ہے۔ بطور ثبوت چند مثالیں پیش خدمت ہیں:
بغداد کی ساڑھے پانچ سو سالہ عباسی خلافت 656ھ میں آخری خلیفہ معتصم باللہ کے شیعہ وزیر اعظم بن علقمی کی غداری اور ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں ختم ہوئی اور چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان نے دارالخلافہ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی تین چار دن میں کئی

لاکھ مسلمان قتل ہوئے جن کے خون سے دریائے دجلہ کا پانی سرخ ہو گیا خلیفہ معتصم باللہ اپنے تین سو ساتھیوں کے ہمراہ غیر مشروط طور پر بغداد چھوڑنے کے لیے نکلا مگر ہلاکو نے اس کو پکڑ کر قتل کر ڈالا اس طرح ان شیعوں کے طفیل عباسی خلافت کا وجود مٹ گیا! سسلی جسے 212ھ میں اسد بن فرات کی سرکردگی میں مسلمانوں نے فتح کیا تھا اور تقریباً دو صدیوں تک بڑے رعب و دبدبہ سے وہاں حکومت کی تھی۔ بالآخر "قصریانہ" کے شیعہ حاکم ابنِ حمود کی غداری کے نتیجہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لئے نکل گیا۔ سسلی کے سقوط کے بعد مصر کے فاطمی خلیفہ نے نصرانیوں کے فاتح جرنیل "روجر" کے پاس مبارک بادی کا مکتوب بھیجا تھا، جس میں روجر کے اس اقدام کی تعریف کرتے ہوئے جزیرہ سسلی کے مسلمانوں کو شکست کا مستحق قرار دیا تھا!

فاطمی حکومت جو 298ھ میں مراکش کے اندر قائم ہوئی تھی اور 362ھ میں اس کی قیادت منتقل ہو کر مصر آگئی تھی۔ اس شیعہ حکومت کو کھلے طور پر یہود و نصاریٰ پر اعتماد تھا، انہیں میں سے زیادہ تر وزراء، ٹیکس اور زکوٰۃ کے محصلین، سیاسی، اقتصادی اور علمی امور کے مشیر، اطباء اور حکام کے معتمدین ہوتے تھے۔ اور بڑے بڑے کام انہیں کے سپرد کئے جاتے تھے، ان لوگوں کے ظلم و ستم سے لوگ پناہ مانگتے تھے۔ ان کی کہیں بھی دادرسی نہ ہوتی تھی، عزیز فاطمی نے اپنے وزیر یعقوب بن کلس یہودی کی محبت میں فاطمی مذہب کے لیے دعوت کا کام اس کے حوالہ کر دیا تھا۔ یہ وزیر خود بیٹھ کر اسمٰعیلی فقہ کا درس دیتا تھا، اس طرح اس شیعہ حکومت کے طفیل یہودیوں کے ہاتھوں مصر کے عوام کو ناقابل تلافی دینی اور دنیاوی نقصانات پہنچتے رہے، بالآخر 567ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے ہاتھوں یہ شیعہ حکومت ختم ہوئی اور مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا!

ہندوستان میں مغلیہ حکومت جو اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں کابل سے لے کر رنگون تک وسیع ہو گئی تھی ان کی وفات کے بعد شیعی عناصر کی ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں زوال پذیر ہو گئی۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں سے "سادات بارہہ" کے نام سے دو مشہور بھائیوں، عبداللہ اور علی بن حسین کے کردار و حرکات مخفی نہیں۔ یہ دونوں مذہب شیعہ کے پیروکار اور "بادشاہ گر" کے نام سے مشہور ہو گئے تھے ان کا عروج مغلوں کے زوال کا سبب بن گیا اور پچاس سے سال کے مختصر سے عرصے میں صدیوں سے قائم مغل سلطنت انحطاط و خاتمہ کے نزدیک پہنچ گئی، بالآخر 1857ھ میں انگریزوں نے جو شیعوں کے طفیل ہی ہندوستان کی سرزمین میں قدم جمانے میں کامیاب ہوئے تھے، آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کر کے رنگون میں قید کر دیا وہاں اس کی موت ہو گئی، اس طرح ہندوستان میں بھی مسلم حکومت کا خاتم ہو گیا تھا!

پلاسی کی جنگ میں جب سراج الدولہ بنگال میں انگریزوں کے دانت کھٹے کر رہا تھا تو عین وقت پر اس کے شیعہ وزیر "میر جعفر" کی غداری سے پانسہ پلٹ گیا، اور سراج الدولہ کو شکست ہو گئی اس طرح ان شیعوں کے طفیل مشرقی ہندوستان میں انگریزوں کو پیر جمانے اور سیاسی طور پر مستحکم ہونے کا موقع ملا۔

سلطان ٹیپو شہید رحمۃ اللہ علیہ جنوبی ہند میں انگریزوں کے لئے بلائے بے درماں بنے ہوئے تھے۔ مگر یہود صفت شیعوں نے ان سے غداری کی حیدرآباد کا حکمران نظام جو کہ خود شیعہ تھا انگریزوں کے شانہ بشانہ ٹیپو کے خلاف لڑ رہا تھا اور سرنگاپٹم کے محاصرے کے دوران ٹیپو سلطان کے وزیر میر صادق نے جو شیعہ تھا عین لڑائی کے دوران غداری کی اور فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔

آخری اسلامی خلافت یعنی ترکوں کی حکومت کے زوال کے اسباب اگرچہ اور بھی تھے جیسے بعض ترکی سلاطین کی کمزوری و عیش کوشی ، سیاسی امور میں حاشیہ نشینوں کی مداخلت، حکومتی شعبوں کا بگاڑ اور رشوت کی گرم بازاری، سیاسی اعتقادی اور فکر زندگی کے بگاڑ کے دوسرے بہت سے محرکات، مگر صلیبی اور صہیونی طاقتوں کی ریشہ دوانیاں اور دشمنانِ اسلام یہود کی سازشیں، عثمانی خلافت کے خاتمہ کے لئے سرفہرست اور بنیادی اہمیت رکھتی ہیں!

1897ء میں جب سلطان عبدالحمید برسراقتدار تھے، سوئزرلینڈ کے شہر پال میں ہرتزل یہودی کی سربراہی میں صہیونی کانفرنس منعقد ہوئی، جو پال کانفرس کے نام سے مشہور ہے۔ اسی کانفرنس میں فلسطین کے اندر یہودی حکومت قائم کرنے کا منصوبہ تیار ہوا ، صہیونیوں نے عرب قوم پرستوں کے دشمن سلطان عبدالحمید کو اس بات پر راضی کرنے کی کوشش کی کہ یہودیوں کو فلسطین ہجرت کرنے کی اجازت دی جائے سلطان نے اس تجویز کو قطعیت کے ساتھ صرف رد ہی نہیں کیا بلکہ فوراً یہ قانون نافذ کر دیا کہ یہودی ہجرت سختی سے روک دی جائے اور فلسطین میں یہودی نو آبادی کسی قیمت پر قائم نہ ہونے دی جائیں!

فلسطین میں یہودی وطن کے قیام کی مخالفت سلطان عبدالحمید کی طرف سے یہودیوں کے منہ پر ایک طمانچہ تھا، جس کا انہوں نے بھرپور بدلہ لیا، سلطان کو اس کا تصور بھی نہ تھا۔ یہودیوں نے ایک طرف حکومت دشمن تحریکوں کو ابھارا اور اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہونے کے بجائے نسل و قوم کے نظریوں کو فروغ دینے کی کوشش کی، دوسری طرف ان یہودیوں نے عثمانی حکومت پر اندر سے

حملے شروع کر دیئے، نسل، تہذیب، آزادی، بھائی چارہ اور مساوات کا زبردست پروپیگنڈہ کرکے ترکوں کو اسلام سے منحرف کرنے میں مصروف ہوگئے تاکہ ان فریب خوردہ افراد کو مسخر کرکے امت مسلمہ کے شیرازے کو منتشر کر دیں۔

اس مقصد کے لئے سب سے زیادہ کام انہوں نے دو پارٹیوں سے لیا، ایک جماعت ''ترکیاالفتاہ'' اور دوسری اتحاد وترقی''ترکی کی ادیبہ خالدہ خانم نے ادبی وفکری سطح پر ''تورانی قومیت'' کے نظریہ کو دوسروں کے ساتھ مل کر رواج دیا''ترکیا الفتاۃ'' کے لیڈروں نے انقلاب کے لیے راہ ہموار کی اور ترکی کو اسلام کے تشخص اور اس کے پیغام سے بے نیاز کر دیا، ان لوگوں نے ترکی کو پہلی جنگ عظیم میں بلا کسی معقول عذر کے ڈھکیل دیا، پھر جب ترکی کے حلیف جرمن قوم کو شکست ہوگئی تو ترکی نے بھی اپنی شکست تسلیم کرلیا اور 1918ھ کے معاہدہ روڈس (RHODES PACT) میں سرکاری طور پر عثمانی حکومت اور اسلامی عزت ووقار کا آفتاب غروب ہوگیا تھا!

پہلی جنگ عظیم میں ترکی کی شکست تسلیم کرلینے کے بعد یورپی ممالک نے اس ''مرد بیمار'' کی املاک کو آپس میں تقسیم کرلیا۔ اس کے بعد انہوں نے ''جدید ترکی'' کی تعمیر کرنے کے لیے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا جو یہودی تھا اور قوم پرستی کے جذبات کے سہارے اس یہودی شخص نے جس کا نام مصطفی کمال تھا، آخری عثمانی خلیفہ عبدالمجید بن عبدالعزیز کو، جو انہی انقلابیوں کے ہاتھوں ہی تخت نشین ہوا تھا، ملک میں جمہوری حکومت کے قیام کا اعلان کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد نام نہاد ''قومی جمعیۃ'' کی طرف سے مصطفی کمال پاشا یہودی کو سربراہ مملکت منتخب کرلیا گیا اور اسے اتاترک کا خطاب دے دیا گیا جس کا معنی ہوتے ہیں ''قوم ترک کا باپ'' اقتدار حاصل کرنے کے صرف چھ ماہ بعد مصطفی کمال یہودی نے اسلامی حکومت کے خاتمہ کا اعلان کر دیا تھا اور پھر 3/ مارچ 1924ء کو مسلمانوں کے آخری خلیفہ کو ملک سے باہر نکال دیا گیا۔

عثمانی خلافت کے خاتمہ کا مطلب یہ تھا کہ خلافت کا رمزی اور شکلی وجود بھی اس شخص کے صہیونی منصوبوں کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ یا خطرہ بن سکتا تھا۔ اس کے علاوہ مشہور مستشرق ''کارل بروکلمن'' کے الفاظ کے مطابق ''خلافت کے خاتمہ کے بعد ''غازی'' اتاترک کو وہ تمام اقدامات کرنے آسان ہوگئے جن کے ذریعہ ترکی قدامت پرستی کے غار سے نکل کر ''جدید تہذیب وتمدن'' کا علم بردار بن گیا''۔

مصطفی کمال اتاترک یہودی نے ترکی کو جدید بنانے کے لئے جو اقدامات کئے ان کی تفصیل یہ ہے کہ اقتدار پر بلا شرکت غیرے قابض ہوتے ہی اس نے سب سے پہلے عربی زبان اور اس کے رسم الخط پر پابندی لگادی اس طرح قرآن مجید بھی اپنے پاس رکھنا وہاں جرم ہوگیا تھا، او قاف کو ختم کیا، مساجد میں تالے ڈالے، پورے ملک میں اسلامی قوانین کو معطل کردیا، ایاصوفیہ کی مشہور مسجد کو میوزیم اور سلطان محمد فاتح کی مسجد کو "مخزن" بنادیا ترکی ٹوپی کی جگہ ہیٹ کورواج دیا، زبردستی انگریزی لباس جاری کیا نصاب تعلیم سے عربی وفارسی زبانوں کو بالکل نکال دیا، عربی کی کتابوں اور مخطوطات کو معمولی قیمت پر فروخت کردیا۔ یورپ کی "سیکولر تعلیم" کو پورے ترکی میں رائج کیا اور یہ تعلیم ٹیکنالوجی کے میدان میں اختیار نہیں جس سے مسلمان سائنسی میدان میں ترقی کرسکتے، بلکہ محض لسانی، ادبی اور دینی میدان میں یورپ کی تعلیم کو فروغ دیا۔

اسی طرح یہود کی کوشش اور ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں ترکی کو زوال ہوا اور پھر اس کے بعد سے ترکی آج تک نہ سنبھل سکا، ترکی کے بعد پورا عالم اسلام یکے بعد دیگرے زوال کا شکار ہوتا چلا گیا، اتحاد اور وحدت اسلامی کے رشتے کمزور پڑتے گئے اس زوال اور ادبار سے عرب بھی محفوظ نہ رہ سکے۔

انقلاب فرانس، جس کے اصولوں کے پس پردہ یہودی ذہن کارفرما تھا، اس کے پروردہ نپولین بوناپارٹ نے 1789ء میں مصر پر چڑھائی کی، ازہر یونیورسٹی کو گھوڑوں کا اصطبل بنادیا، قاہرہ سے اسکندریہ تک راستہ میں جو بستیاں اور شہر تھے، انہیں تباہ کردیا، فرانسیسی استعمار نے اپنے قدم مصر کی سرزمین پر جمالینے کے بعد وہاں شراب، جوا، فحاشی اور اخلاقی بے راہ روی کو رواج دینے کے لیے اپنے تمام وسائل جھونک دیئے تھے۔ مصر وشام میں عرب وغیر عرب مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لیے انہوں نے "مائیکل افلق" اور " لارنس" جیسے یہودیوں کی خدمات حاصل کیں اور انہوں نے عربی عوام میں عربی تفاخر اور "عرب قومیت" کے نظریہ کو رواج دیا اور ان کی کوششوں سے عربوں کے قومی جذبات وعصبیت ابھر کر رفتہ رفتہ اس سطح پر پہنچ گئی کہ وہ "ابوجہل" اور "ابولہب" جیسے دشمنان اسلام کو اپنا "قومی ہیرو" تصور کرنے لگے اور مصر میں ان کے نام سے کلب قائم کیے جانے لگے۔ یہ صورت حال مصر اور پورے عالم عرب کے لئے قومی عصبیت اور مغربی تہذیب وتمدن کی طرف پیش قدمی کرنے اور انقلاب فرانس کے "اصول ثلاثہ" پر آنکھ بند کرکے ایمان لانے میں بڑی معاون ثابت ہوئی۔

عربوں کو خلافت عثمانی ترکی سے برگشتہ کرنے کے لیے یہودی النسل لارنس نے ان کے اندر عرب قومیت کا جنون پیدا کر کے انہیں "ملت اسلامیہ" سے ذہنی طور پر علیحدہ کرنے اور مغربی افکار و نظریات کا دلدادہ بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے پیروکار ساطع حضرمی جیسے شخص نے جس کی عجمیت کا حال یہ تھا کہ وہ فصیح عربی بولنے پر بھی قادر نہ تھا اور صہیونی تربیت کے نتیجہ میں اسلام سے سخت عداوت رکھتا تھا اس نے "عرب قومیت" کے نظریہ کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور یہودی عناصر کی امداد و تعاون کے سہارے اسے اس مہم میں بڑی حد تک کامیابی حاصل ہوئی۔

"عرب قومیت" کا نظریہ جس کا سیکولر مفہوم اسلام دشمنی تھا، یہودی ذہن کی پیداوار تھا، اور یہ نظریہ ان صہیونیوں نے ایک سازش کے تحت سیدھے سادے عربوں کو عثمانی خلافت سے برگزشتہ کرنے اور ملت اسلامیہ سے انہیں ذہنی طور پر علیحدہ کرنے کے لیے تراشا تھا۔ اس کا مقصد عربوں کو اس جامع عقیدہ ﴿انما المؤمنون اخوة﴾ سے دور کرنا تھا جس کی بنا پر عرب متفقہ طور پر صہیونیت کا مقابلہ کر سکتے تھے اور تمام دنیا کے مسلمانوں کے ساتھ یہود اور دشمنان اسلام کے دانت کھٹے کر سکتے تھے۔

عرب قومیت کا نظریہ عربوں کے دائمی انتشار کی ضمانت تھا، کیونکہ یہ ایسے قوم پرست اور انقلاب پسند نوجوانوں سے عبارت تھا جس کے پاس نہ تو کوئی عقیدہ تھا اور نہ اصلیت اور تاریخی بیدار مغزی اس طرح انہیں بڑی آسانی سے چند نعرے سمجھائے جاسکتے تھے جنہیں وہ برابر دہراتے رہیں اور اپنی اپنی قوم کی عقلوں کو اسی میں الجھائے رہیں۔ عرب قومیت نے عربوں کو ذہنی طور پر انتہائی نیچی سطح پر پہنچا دیا ہے اور وہ عالم اسلام کی ذہنی قیادت کے منصب عظمیٰ کو چھوڑ کر محدود گروہی سیاست اور قومی و علاقائی عصبیتوں کے دام و فریب میں اسیر ہو کر رہ گئے ہیں۔

اسلام پر یہودی فکر کی یلغار

دشمنان اسلام یہود نے شروع ہی سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مختلف مورچے بنا رکھے ہیں اور ہر سمت سے اسلام اور امت مسلمہ کو مغلوب کرنے کے لئے اور انہیں منتشر کرنے کی ہمہ وقت جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں اگر ایک طرف انہوں نے امت مسلمہ میں تفریق ڈال کر خوارج، شیعہ اور دوسرے گمراہ فرقے بنانے کی کوشش کی ہے تو دوسری طرف سیاسی محاذ پر یہ لوگ مسلمانوں کو قدم قدم پر زک دینے اور ان کے قصر واقتدار کو متزلزل و منہدم کرنے کی مسلسل کاروائیاں کرتے رہے ہیں۔ تیسرا محاذ انہوں نے مسلمانوں کے دینی اور فکری سرمائے کو غتربود کرنے کے لیے انہوں ذخیرہ احادیث اور قرآن مجید کی مجمل آیات کی

تفاسیر کو اپنا ہدف بنایا، اور مختلف عوامل اور حالات کے تحت جھوٹی روایتیں وضع کرنے والے جعل سازوں اور مکذوبات و موضوعات کو سکہ رائج الوقت بنانے والے فتنہ پردازوں کا ایک عظیم گروہ اس امت مسلمہ میں پیدا ہو گیا جو یہودیوں کی اپنے اسلاف کے ذریعہ گھڑی ہوئی رُسوا کن جھوٹی کہانیوں کو ایک سازش کے تحت احادیث و تفاسیر کے ذخیرہ میں شامل کرنے لگا جو خلافِ عقل اور خلافِ تجربہ و مشاہدہ باتوں پر ایمان رکھتی ہے۔

ان کی یہ سازش بھی بے انتہاء دورس ثابت ہوئی اور تفسیر و احادیث کے حوالہ سے ان کے یہ بے سر وپا افسانے تمام دنیائے اسلام میں پھیل گئے کم پڑھے لکھے عوام واعظوں کی زبان سے سن کر یا چھوٹے چھوٹے رسالوں میں ان بے سر وپا قصوں اور حکایتوں کو پڑھ کر انہیں ایک سچی حقیقت ماننے لگے اور ان کی صداقت پر ایمان و یقین رکھنے لگے، کتنی حیرت ناک بات ہے کہ شام و یمن اور عرب کے یہودیوں کے تراشے ہوئے افسانے اور فاسد عقیدے، آج ہندوستان (اور پاکستان) جیسے دور دراز ملک کے گاؤں گاؤں میں عوام الناس کے دل و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں اور ان کے زہریلے اثرات ان کے ایمان و عمل پر حاوی نظر آتے ہیں، اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان "اسرائیلی روایات" کی جڑیں اسلامی معاشرے میں کتنی پھیلی ہوئی ہیں؟؟

اسرائیلی روایات کی اشاعت کی ایک وجہ یہ ہوئی کہ جب قرآن میں انبیائے کرام کے بارے میں کوئی مجمل واقع بیان کیا جاتا تو مسلمانوں کو شوق ہوتا تھا کہ اس واقعہ کی مزید تفصیل معلوم ہو۔ اس لئے وہ ان مسلمانوں سے جا کر پوچھتے جو کبھی اہل کتاب کے مستند علماء میں شمار ہوتے تھے جیسے کعب احبار رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ، یہ لوگ ان کی تشفی کے لئے اپنی معلومات کی حد تک یہودی مذہب کی روایات بیان کر دیا کرتے تھے لیکن نہ تو دریافت کرنے والوں کو ان قصوں کی صداقت پر یقین ہوتا تھا اور نہ ہی سنانے والوں کا ایمان ان لغویات پر اسلام لانے کے بعد رہ گیا تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بعد میں آنے والوں کے سامنے ان قصوں کو بطور تذکرہ بیان کر دیا پھر ان لوگوں نے اپنے بعد والوں کے سامنے اسی نیت سے بیان کر دیا اس طرح یہ روایت چل پڑی۔ پھر دوسری اور تیسری صدی ہجری میں فن تفسیر کی تدوین ہو جانے پر یہی قصے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کی روایتوں کے نام سے کتابوں میں جمع کر دیئے گئے۔ اس کے بعد جن لوگوں کو عجائب و غرائب اور محیر العقول قصوں سے دلچسپی تھی انہوں نے تلاش کر کے ایسے قصوں اور روایات کو اپنی کتابوں میں درج کر دیا قرآن مجید کی قدیم ترین تفسیروں میں مقاتل بن سلیمان یا کلبی کی تفسیریں سر فہرست ہیں، جن میں اسرائیلی روایات کا بڑا ذخیرہ نظر آتا ہے۔ ان اسرائیلی روایات نے واقعات و قصص سے تجاوز کر کے بحث و مناظرہ اور علم الکلام پر بھی اثر ڈالا اور اس کے نتیجہ میں بہت سے ایسے غلط عقیدے مسلمانوں میں پیدا ہو گئے جن کا

اصل سرچشمہ یہودی رہے ہیں، مثال کے طور پر خلق قرآن کا عقیدہ جس نے ایک زمانے میں اسلامی دنیا میں تہلکہ مچار کھا تھا انہوں یہودیوں کے ذریعہ مسلمانوں کے ایک طبقہ میں آیا۔ ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں احمد بن ابی داؤد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ خلق قرآن کا داعی تھا۔ اس نے یہ عقیدہ بشر المریسی سے لیا، بشر نے جہم بن صفوان اور جہم نے جعد بن درہم سے لیا جعد نے ابان میں سمعان سے اور ابان نے لبید بن اعصم کے بھانجے اور داماد طالوت سے لیا طالوت نے یہ عقیدہ خود لبید بن اعصم سے لیا تھا یہی لبید بن اعصم وہ یہودی ہے جس نے رسول اکرم ﷺ پر سحر کیا تھا اور ایک عرصے تک آپ ﷺ پر اس سحر کا اثر دنیاوی امور میں رہا۔ یہ لبید بن اعصم خلق قرآن کا دعویدار تھا۔ (تاریخ ابن اثیر کامل ج7ص26) یہود کو قرآن اور صاحب قرآن محمد رسول اللہ ﷺ سے شدید دشمنی تھی اس لئے انہوں نے قرآن کی بے لوث صداقت کو داغدار بنانے کے لئے اپنی مذموم کوششیں شروع کر دیں انہوں نے زبردست سازش کی کہ قرآن میں جن واقعات کو مختصر بیان کیا گیا ہے ان کی تفصیلات میں جھوٹے قصے، مہمل باتیں، گندے اور ناپاک واقعات، خلافِ عقل ومشاہدہ اور محیر العقول کہانیاں گھڑ کر مسلمانوں میں مختلف طریقوں سے پھیلا دیں تا کہ قرآن میں بیان کردہ مجمل واقعات کے ذکر کے وقت یہ تفصیلات بھی قرآن سے جوڑی جائیں اس طرح قرآن کی صداقت بڑی آسانی سے داغدار ہو سکتی ہے۔